اسلامی جہاد کی حقیقت

تقریر از

مولانا محمد حمید کوثر صاحب

(برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 2003)

اسلامی جہاد کی حقیقت

تقریر

برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 2003ء

از مولانا محمد حمید کوثر

نام کتاب:	اسلامی جہاد کی حقیقت
تقریر برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 2003	ازمولانا محمد حمید کوثر
اشاعت ھٰذا بار اوّل (انڈیا):	2016
تعداد:	1000
مطبع:	فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان
ناشر	نظارت نشرواشاعت قادیان
	ضلع: گورداسپور، پنجاب، انڈیا،143516

Name of the Book:	Islami Jihad ki Haqeeqat
Speech Jalsa salana Qadian 2003	Mohammad Hameed Kousar
Present edition India:	2016
Quantity:	1000
Printed at:	Fazl-e-Umar Printing Press Qadian
Published by:	Nazarat Nashr-o-Isha,at Qadian
	Dist; Gurdaspur, Punjab, India, 143516

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

اسلامی جہاد کی حقیقت

تقریر جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۰۳ء

﴿ازمحمد حمید کوثر ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد، تعلیم القرآن وقف عارضی﴾

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ (الفرقان:۵۳)

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ:۲۵۷)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
(روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۷۷)

دین اسلام ایک مکمل و کامل دین ہے۔ انسانی زندگی میں پیش آنے والے تمام حالات و مسائل کا حل اس میں موجود ہے۔ یہ ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر میدان میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اُسے یہ سکھاتا ہے کہ اُس کی پیدائش کی غرض کیا ہے اُس نے کس کی اور کیسے عبادت کرنی ہے۔ اُسے اِس دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے کون سے اصول وقوانین پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔ اسلام اپنے متبعین کو یہ بھی بتاتا ہے کہ امن سے رہنے اور اُسے قائم رکھنے کے کیا اصول ہیں۔ اور اِس سے بھی باخبر کرتا ہے کہ اگر کسی وقت تم پر جنگ مسلط کی جائے تو تمہیں اپنا دفاع کن حالات میں اور کن قوانین کو ملحوظ رکھتے ہوئے کرنا ہے۔ وہ آیات جو ابھی

آپ نے سماعت فرمائیں اُن کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اور اے مسلمان) تو انکار کرنے والوں کی بات نہ مان اور اس (قرآن) کے ذریعہ ان سے بڑا جہاد کر۔ دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں کیوں کہ ہدایت وگمراہی کا باہمی فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھے دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اسلام جارحیت اور کسی پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ صرف اپنے دفاع کی اجازت دیتا ہے وہ بھی اُس صورت میں جب کہ دشمن مسلمانوں پر حملہ کرنے میں پہل کرے اور مسلمان مظلوم ہوں (جیسا کہ فرمایا وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ التوبہ: ۱۳ - بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا الحج: ۴۰)۔

یہ صرف نظریہ اور دعویٰ ہی نہیں بلکہ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ ہمارے لئے ایک اسوہ اور نمونہ بنائے گئے تھے، انہوں نے اس پر عمل کر کے مسلمانوں کو سمجھایا کہ اُن کو اپنا دفاع ویسی حالت میں کرنا ہے جس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹ اپریل ۵۷۱ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور جب آپ کی عمر قمری لحاظ سے چالیس سال کی ہوئی تو ۲۰ اگست ۶۱۰ء کو آپ پر قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے بعد اہل مکہ کی طرف سے آپ پر اور آپ کے ماننے والوں پر مظالم کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو دن بدن بڑھتا چلا گیا۔ جو لوگ آپ کے پڑوس میں رہتے تھے اُن کا معمول تھا کہ آپ کے گھر میں پتھر پھینکتے دروازوں پر کانٹے ڈال دیتے۔ ایک دفعہ جب آپ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسقدر دبایا کہ آپ کا دم گھٹنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کو اس بد بخت کے شر سے بچایا۔ اور ایک دفعہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے اور جب آپ سجدہ میں تھے آپ پر اونٹنی کی غلیظ بچہ دانی لا

کر رکھ دی۔ اور اسکے بوجھ سے اُس وقت آپ سر نہ اٹھا سکے جب تک کہ بعض لوگوں نے پہنچ کر اس بچہ دانی کو آپ کی پیٹھ سے ہٹایا نہیں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

اسی طرح آپ پر ایمان لانے والے مسلمانوں پر بھی مظالم ڈھائے جاتے، جن کی داستان سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے... حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف نامی ایک مکی رئیس کے غلام تھے۔ امیہ انہیں دوپہر کے وقت گرمی کے موسم میں مکہ سے باہر لے جا کر تپتی ریت پر ننگا کر کے لٹا دیتا تھا۔ اور بڑے بڑے پتھر اُن کے سینے پر رکھ کر کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر۔ بلالؓ اس کے جواب میں اَحد اَحد یعنی اللہ ایک ہی ہے، اللہ ایک ہی ہے دہراتے جاتے۔ بار بار آپ کا یہ جواب سن کر امیہ کو اور غصہ آ جاتا۔ اور وہ آپ کے گلے میں رسہ ڈال کر شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور کہتا کہ ان کو مکہ کی گلیوں میں پتھروں کے اوپر گھسیٹتے ہوئے لے جائیں۔ جس کی وجہ سے اُن کا بدن خون سے تر بتر ہو جاتا۔ مگر وہ پھر بھی اَحد اَحد کہتے چلے جاتے۔

بعض نادان مخالفین اسلام پر الزام لگاتے ہیں کہ اسلام تلوار کے بل بوتے پر پھیلایا گیا۔ اُن کے الزام کی تردید بلالؓ کے اِسی ایک واقعہ سے ہو جاتی ہے۔ کوئی مخالف بتائے وہ کون سی تلوار تھی جس کے زور پر بلالؓ کو اسلام میں داخل کیا گیا تھا۔ اور وہ کون سی شمشیر تھی، جس نے اُن کو اتنے ظلم برداشت کرنے کا متحمل بنایا۔ مخالفین نہ جانے اس کا کیا جواب دیں؟ لیکن ہم جواباً عرض کرتے ہیں، کہ وہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی تلوار تھی، جس نے اُنہیں اسلام میں داخل کیا۔ حقیقت یہی ہے:

محبت سے گھائل کیا آپ نے

دلائل سے قائل کیا آپ نے

بعض مخالفین اسلام کا خیال ہے کہ کیونکہ مکہ میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت و

طاقت حاصل نہ تھی۔اس لئے آپ نے مقابلہ نہ کیا، یہ خیال غلط اور بے بنیاد ہے۔تاریخ میں آتا ہے کہ مکہ میں مظلومیت کے ایام میں، آپ کے ایک ماننے والے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور چند دوسرے مسلمانوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ جب ہم مسلمان نہ تھے تو معزز تھے اور کوئی ہماری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔اب یہ کفار ہم کو کمزور اور بزدل سمجھنے لگے ہیں ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کا مقابلہ کریں اور انہیں سبق سکھائیں۔حضرت محمد مصطفی ﷺ نے جواباً فرمایا: اِنِّی اُمِرْتُ بِالْعَفْوِ فَلَا تُقَاتِلُوْا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کرنے کا حکم ہے۔ پس میں تم کو لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔(تلخیص الصحاح جلد۱ صفحہ ۱۵۲) صحابہ رضوان اللہ علیہم نے سیدنا محمد مصطفی ﷺ کے حکم کے مطابق تیرہ سال تک ظالموں کے ظلموں کا مقابلہ صبر اور دعا سے کیا۔آخر وہ دن آیا، جب سیدنا محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے ظالموں کے ظلم سے تنگ آ کر اپنے آبائی وطن مکہ کو چھوڑ دیا، اور یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت فرما گئے، مگر مکہ کے دشمنان اسلام نے وہاں بھی آپ کا پیچھا کر کے مسلمانوں کو ہلاک وتباہ کرنے کی کوششیں کی۔ پندرہ سال مسلسل ظلم سہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ o الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ (الحج: ۴۰-۴۱) اُن لوگوں کو جن کے خلاف لڑائی کی جارہی ہے لڑائی کی اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے۔اور یقیناً اللہ اُن کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

اس الٰہی اجازت کے بعد آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں نے اپنے دفاع کے لئے لڑائیاں لڑیں۔مگر تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے آقا نے کبھی کسی پر حملہ کرنے میں پہل نہیں

کی۔اور کسی کو بلا وجہ جانی و مالی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ہمارے ملک بھارت میں شری رام چندر جی مہاراج نے امن وشانتی کا قیام فرمایا۔مگر آپ کو بھی حالات نے اس حد تک مجبور کر دیا، کہ آپ نے لنکا پر حملہ کر کے راون کو ہلاک کیا، اور اُس کا ناش کیا۔اور آج تک ہمارے ہندو دوست دسہرہ کے موقعہ پر ''راون'' کے پتلے کو تیر مارتے اور جلاتے ہیں۔اگر سیدنا محمد مصطفی ﷺ نے اپنے زمانے کے ''راونوں'' سے اپنے آپ کو اور انسانیت کو بچانے کے لئے اُن کا مقابلہ کیا، یا اُن کے خلاف چھوٹا جہاد(جہاد اصغر) کر کے ہلاک کیا تو اس میں کون سی حیرت و تعجب کی بات ہے؟

اسی طرح شری کرشن جی مہاراج کے حکم پر ہی کوروکشیتر کے میدان میں اٹھارہ دن مہابھارت کی جنگ لڑی گئی، جب ارجن اپنی کمان پھینک کر بے دل ہو کر بیٹھ گیا، اور جنگ سے انکار کر دیا، تو شری کرشن جی مہاراج نے اُسے جنگ کی تعلیم دی۔باوجود اس کے کہ اس کے مخالفین میں اس کے قریبی رشتے دار اور محترم استاد درونا چاریہ بھی شامل تھے۔اگر اسی طرح کی تعلیم آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو اپنے دفاع کے لئے دی تو اِس میں باعث اعتراض کیا ہے؟

مذہب اسلام، سلامتی فراہم کرنے والا مذہب ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اٰمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَآئِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ (مشکوۃ کتاب الایمان) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے امن پسند لوگ محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے مال اور جانیں محفوظ رہیں۔اسلام کے بانی سیدنا محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔اسلام کی بنیادی تعلیم لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ہے، یعنی دین کے معاملے میں کسی قسم کا جبر

جائز نہیں فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف: ۳۰) جو چاہے مان لے جو چاہے انکار کر دے۔ اگر کوئی اسلام کو قبول نہیں کرتا تو اُسے کہہ دو لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (الکافرون: ۷) تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔

افسوس اور حیرت کی بات ہے کہ اسلام جو امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ اور وہ رسول جسے اللہ تعالیٰ نے رحمت بنا کر بھیجا مخالفین اسلام اور بعض مستشرقین کی طرف سے اس مذہب کو دہشت پیدا کرنے والا، خون بہانے والا مذہب ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور جہاد کی غلط اور من گھڑت تفسیریں کر کے اُسے بدنام کرنے کی کوشش اب تک جاری ہے۔

واضح ہو کہ ''جہاد'' عربی زبان کا لفظ ہے جو جَهْدٌ سے بنا ہے، جس کے معنے مشقت برداشت کرنا ہے۔ اور جہاد کے معنے ہیں، کسی کام کے کرنے میں پوری کوشش کرنا اور کسی قسم کی کمی نہ چھوڑنا۔ ہم اردو میں بھی کہتے ہیں جدو جہد کرنا۔ قرآن مجید اور احادیث میں جہاد کی بہت سی قسمیں بیان ہوئی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اَنَّهٗ رَجَعَ مِنْ بَعْضِ غَزَوَاتِهٖ فَقَالَ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ قِيلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْجِهَادُ الْاَكْبَرُ قَالَ وَهِيَ مُجَاهِدَةُ النَّفْسِ۔

(ردالمختار علی الدر المختار ج ۳ ص ۲۳۵)

ایک دفعہ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ سے واپس لوٹ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ہم سب سے چھوٹے جہاد یعنی جنگ سے واپس آرہے ہیں اور سب سے بڑے جہاد (جہاد کبیر) یعنی مجاہدہ نفس کی طرف جا رہے ہیں۔۔۔ ایک دوسری حدیث میں ہے اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ (مشکوۃ کتاب الایمان) مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ

کی فرمانبرداری میں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالتا ہے۔

سامعین کرام پہلے درجے کا جہاد وہ ہے جو انسان اپنے نفس کے خلاف کرتا ہے۔ اسلام میں سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں اور پاپوں سے بچائے، نیک اور اچھے کام کرے اور جب ایک مسلمان اپنے آپ کو پاک کر لیتا اور باعمل بن جاتا ہے تو اُسے دوسرے درجے کا جہاد (جہاد کبیر) کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان: ۵۳) تو قرآن مجید کی تعلیمات کو دوسروں تک پیار و محبت، دلائل و برھان سے پہنچا۔ جماعت احمدیہ کے اکثر افراد بفضلہٖ تعالیٰ دن رات جہاد کبیر میں مصروف ہیں۔ تیسرے درجے کا جہاد سب سے چھوٹا جہاد (جہاد اصغر) کہلاتا ہے۔ یہ صرف اُس وقت کرنے کی اجازت ہے جب کہ مسلمان رَبُّنَا اللّٰہُ کہنے کی وجہ سے ظلم کئے جائیں۔ اور ایسی حالت میں اگر مسلمان چھوٹا جہاد کریں گے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ (الحج: ۴۰) (یقیناً اللہ اُن کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے) آج کے جو مسلمان اور اُن کے مولوی جہاد، جہاد کا نعرہ لگا کر معصوم انسانوں کو قتل کرتے اور کرواتے ہیں۔ اِس کا اُس جہاد سے دور کا بھی تعلق نہیں جسے قرآنی جہاد کہا جاتا ہے۔ اگر یہ قرآنی جہاد ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ انہیں غلبہ و فتح عطا کرتا۔ پچھلے ایک سو سال میں اُن کی ہر میدان میں شکست و ہزیمت اس بات کا واضح اشارہ ربانی ہے کہ یہ قرآن کا جہاد نہیں۔ اگر یہ وہ ہوتا تو انہیں ضرور فتح نصیب ہوتی۔ پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واضح فرمان ہے۔ مسلم و مومن وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگوں کے جان و مال محفوظ رہیں۔ اگر آج اپنے آپ کو مسلمان مومن کہلانے والوں کے ہاتھوں کہیں معصوم انسانوں کا قتل ہوتا ہے تو وہی بتائیں کہ اِس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مطلب ہے؟ پس ثابت ہوا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مسلمان اور مومن تو ایسا کرے گا نہیں۔ اگر کوئی کرتا ہے تو پھر وہ کسی اسلام دشمن طاقتوں

کے اشارے پر اسلام اور حقیقی مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے ایسا کرے گا۔

یہ بات بھی درست ہے کہ پچھلی صدی میں دنیا کے بعض ملکوں اور علاقوں میں یاجوج و ماجوج اور دجال کی سیاست اور خود مسلمانوں کی اپنی غلطیوں کے نتیجہ میں مسلمان دوسری قوموں سے برسرِ پیکار رہے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ واضح ہو، کہ یہ سب کی سب سیاسی لڑائیاں جھگڑے قتل وغارت ہے۔ اِن کا اسلام اور قرآن سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ اور اگر انہیں کوئی اسلام کی طرف منسوب کرتا ہے تو وہ سخت غلطی پر ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کی پُرامن تعلیمات کے ہوتے ہوئے، جہاد کا غلط مفہوم مسلمانوں میں کہاں سے سرایت کر گیا۔ اگر تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو اس سوال کا جواب آسانی سے مل جائے گا۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اسلام کی غیر معمولی ترقیات کو دیکھ کر دشمنانِ اسلام سمجھ گئے، کہ اب اسلام کا مقابلہ ہمارے بس کی بات نہیں رہی۔ دوسری طرف وہ اسلام کو تباہ و برباد اور ناکام و بدنام کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں میں شامل ہو کر کچھ غلط عقائد مسلمانوں میں پھیلانے شروع کئے۔ مثلاً یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور دوبارہ نازل ہوں گے، ہر قسم کی نبوت و وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اسلام نے جہاد کے ذریعہ قتل اور سفا کی کی تعلیم دی ہے، وغیرہ کیونکہ یہودیوں اور عیسائیوں کو تورایت میں یہ حکم دیا گیا تھا۔

''جب خداوند تیرا خدا اُسے (یعنی کسی شہر کو) تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر، مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو جو جو کچھ اس شہر میں جو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے لے۔'' (استثناء ۲۰ / ۱۴-۱۳)

''ان قوموں کے شہروں میں جنہیں خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے،

کسی چیز کو جو سانس لیتی ہے جیتا نہ چھوڑیو۔‘‘(استثناء ۲۰/ ۶۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انجیل میں فرمان ہے’’یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔(متی ۱۰/ ۳۴)

جب یہود اور عیسائیوں نے دیکھا کہ تورایت وانجیل میں تو انتہائی جارحانہ اور ظالمانہ تعلیمات دی گئیں ہیں اور اس کے مقابل قرآن کریم میں انتہائی متوازن اور پُر امن تعلیمات دی گئیں ہیں۔تو انہوں نے’’جہاد‘‘ کے لفظ کی غلط تفسیر مسلمانوں میں پھیلانا شروع کی، اور دوسری طرف مطلب پرست مسلمان کہلانے والے بادشاہوں کو اپنی سلطنتوں کی وسعت کے لئے’’جہاد‘‘ کی غلط تفسیر کی ضرورت تھی، چنانچہ انہوں نے اپنے زمانے کے علماء کے ذریعہ غلط تفسیر کو خوب رواج دیا، گویا دشمنانِ اسلام کی طرف سے جھوٹ کی مردہ لاش کو علماء کی طرف سے کفن مل گیا۔اور نتیجہ یہ نکلا کہ آج’’جہاد‘‘ کی غلط تفسیر کو ہی اصل تفسیر سمجھ کر اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر دی گئیں۔

اس غلط فہمی، اور اس طرح کی اور بہت سی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود اور امام مہدی بنا کر بھیجا۔اور انہوں نے اعلان فرمایا:

’’آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا۔خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے۔اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا

ہے۔خدا تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کی ایک راہ نہیں۔پس جس راہ پر نادان لوگ اعتراض کر چکے ہیں۔خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ اسی راہ کو پھر اختیار کیا جائے۔اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے جن نشانوں کی پہلے تکذیب ہو چکی وہ ہمارے سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیئے گئے۔لہذا مسیح موعود اپنی فوج کو اس ممنوع مقام سے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیتا ہے۔" (روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۲۸)

"واعلموا ان وقت الجهاد السيفي قد مضى ولم يبق الا جهاد القلم و الدعا و آيات عظمى" (حقیقۃ المھدی۔روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۴۵۸)

یعنی جان لو کہ اب جہاد بالسیف کا وقت نہیں ہے بلکہ قلم اور دعا اور بڑے بڑے نشانات کے ذریعہ جہاد کرنے کا زمانہ ہے۔

"...وفي هذه الايام و أمرنا ان نُعد للكافرين كما يُعدّون لنا ۔ ولا نرفع الحسام قبل ان نقتل بالحسام" (حقیقۃ المھدی۔روحانی خزائن ۱۴ صفحہ ۴۵۴)

اب جہاد کے اسباب باقی نہیں رہے، اور ہمیں حکم ہے کہ ہم انکار کرنے والوں کے مقابل پر ویسی ہی تیاری کریں جیسی وہ ہمارے مقابل پر کر رہے ہیں۔اور اُس وقت تک ہرگز تلوار نہ اٹھائیں جب تک ہم تلوار کے ذریعہ قتل نہ کئے جائیں (یا تلوار کے ذریعہ ہم سے لڑا نہ جائے)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب التواء جہاد بالسیف کا اعلان فرمایا تو مولویوں اور علماء نے آپ کے خلاف کفر کے فتوے لگائے۔اور بہت برا بھلا کہا۔مگر تصرف الٰہی دیکھیئے کہ آہستہ آہستہ حالات نے مسلمانوں کی اکثریت کو وہی عقیدہ و مؤقف اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا تھا۔چنانچہ جلالۃ الملک شاہ فیصل نے ۱۳۸۵ ہجری کے موقعہ پر رابطۃ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کے اجتماع میں فرمایا: انكم ايها الاخوة الكرام مدعوون لترفعوا على الجهاد في سبيل الله۔ وليس الجهاد هو فقط حمل البندوقية او تجريد

السیف و انما الجھاد ھو الدعوۃ الی کتاب اللّٰہ، سنّۃ رسولہ والتمسک بھا و المشابرۃ علی ذلک مھما اعترضتنا المشاکل اولمصاعب او المتاعب (ام القری مکۃ معظمۃ ۲۴ اپریل ۱۹۶۵) اے معزز بھائیو! تم سب کو جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرنے کے لئے بلایا گیا ہے۔ جہاد صرف بندوق اٹھانے یا تلوار لہرانے کا نام نہیں، بلکہ جہاد تو اللہ کی کتاب اور اُس کے رسولؐ کی سنت کی طرف دعوت دینے، ان پر عمل پیرا ہونے اور ہر قسم کی مشکلات، دقتوں اور تکالیف کے باوجود استقلال سے اس پر قائم رہنے کا نام ہے۔

ایک زمانہ میں جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ یہ زمانہ قلمی جہاد کا ہے اس زمانے میں کتاب اللہ قرآن مجید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کے احیاء کو بذریعہ تحریری وتقریری دلائل ثابت کرنے کی ضرورت ہے تو اس پر طعن وتشنیع کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ اسی طرح کا اعلان مکہ مکرمہ سے شاہ فیصل کرنے پر مجبور ہوئے۔

یہاں اختصار سے ایک اور بات کا ذکر بھی بہت ضروری ہے۔ آج کل دنیا میں گویا یہ ایک فیشن بن گیا ہے کہ، اگر دنیا کے کسی کونے میں دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہو جائے تو اُسے ہمارے ملک اور دنیا کے بعض اخبارات اور نشریاتی ادارے فوراً اسلامک دہشت گردی کا نام دے دیتے ہیں۔ ایسی اخبارات پر حیرت ہوتی ہے، اگر کسی دوسرے مذہب کے لوگ اسی قسم کی کاروائیاں کریں، تو اُن کی کاروائیاں اُن کے مذہب کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر اگر امریکہ ہیروشیما ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے یا امریکہ و برطانیہ افغانستان اور عراق پر بم باری کریں تو اس کاروائی کو مسیحی دہشت گردی نہیں کہا جاتا۔ اگر جنرل ڈائر جلیانوالا باغ میں سینکڑوں بھارتیوں کو گولیوں سے بھون دے تو اسے بھی عیسائی دہشت گردی کا نام نہیں دیا جاتا۔ اگر یہود عربوں کے گھروں کو تہس نہس کر دیں تو اِسے بھی یہودی دہشت گردی نہیں کہا جاتا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان اسلام دشمن طاقتوں کے اشارے پر یا

اپنی بے وقوفی سے اس قسم کی کاروائی کرتا ہے تو اُسے اسلام کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ دشمنان اسلام نے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے مسلمانوں کے علماء سے اپنے مفاد اور مطلب کے مطابق فتوے جاری کروائے، حیرت کی بات ہے یہ کاروائی آج کے دور میں بھی جاری ہے۔ سماعت فرمائیں جالندھر سے شائع ہونے والے روزنامہ ہند سماچار کی خبر:

"امریکہ پر ۱۱ ستمبر کے حملوں کے بعد سی۔آئی۔اے۔ نے عرب دنیا میں امریکی مخالف جذبات کو سرد کرنے اور اعتدال پسندی کی تبلیغ کرنے کے لئے ملاؤں کو خریدا اور نقلی علماء کھڑے کئے یہ بات ایک نئ کتاب۔۔۔ سی۔آئی۔اے۔ اور ایف۔بی۔آئی۔ کے بارے میں کئ کتابوں کے مصنف اور ایک محقق رپورٹر رونالڈ کسلر نے کہی ہے۔ کیسلر نے بتایا کہ سی۔آئی۔ نے ملاؤں کو فتوے جاری کرنے کے لئے پیسہ دیا۔" **(ہند سماچار جالندھر ۲۹ ستمبر ۲۰۰۳ء)**

۱۹۸۰ء کے دہاکے میں جب افغانستان پر روسی قبضہ تھا تو یہی امریکہ تھا جس نے مسلمانوں کو روس کے خلاف جہاد کرنے کی ترغیب دی۔ اُس وقت جہاد کے حق میں فتوے دلوائے تھے۔

سامعین کرام!! آپ نے اندازہ لگالیا، کہ دشمنان اسلام، اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے مسلمان کہلانے والے علماء کو ہی لالچ و رشوت دے کر اپنا آلۂ کار بناتے۔ اور نقلی علماء کھڑے کرتے ہیں۔ اور سادہ لوح مسلمان ان علماء کے فتووں پر عمل کرتے ہیں۔ اور بعض اپنی سادگی اور نادانی میں جہاد کا نام سنتے ہی دہشت گردی کے واقعات میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ دین مصطفی ﷺ کی یہ بدنامی اور مظلومیت دیکھ کر احمدی مسلمان کا دل تڑپ اٹھتا ہے۔ مسلمان جتنا چاہیں جماعت احمدیہ پر مظالم کے پہاڑ

ڈھالیں، مگر ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تعلیم کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے ؎

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار کاخر کنند دعویٰ حُبّ پیمبرم

اے میرے دل یہ جو مسلمان تیری مخالفت و دشمنی کر رہے ہیں آخر تیرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس محبوب رسولؐ کی خاطر ہی ان سے بھلائی کا سلوک کرتا چلا جا۔

اس تعلیم کی بناء پر ہم اُن مسلمانوں سے جو دنیا کے کسی بھی خطے میں جہاد کے نام پر کوئی بھی ایسا کام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے خلاف ہو اور اسلام کو بدنام کرنے کا باعث ہو رہا ہو چھوڑنے کی درخواست کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں پر آنے والے مصائب کی حقیقی وجہ تلاش کر کے اس کے ازالہ کی طرف متوجہ ہونے کی اپیل کرتے ہیں ان مصائب کی جو وجہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی تھی، وہی حقیقی وجہ اور وہی حقیقی علاج ہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ادبار اور تنزل کا دور اور یہ بار بار کے مصائب حقیقت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کا نتیجہ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے اس لئے آخری پیغام میرا یہی ہے کہ وقت کے امام کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ خدا نے جس کو بھیجا ہے اس کو قبول کرو۔ وہی ہے جو تمہاری سر براہی کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر اس سے علیحدہ ہو کر تم ایک ایسے جسم کی طرح ہو جس کا سر باقی نہ رہا ہو۔ جس میں بظاہر جان ہو اور عضو پھڑک رہے ہوں۔ (خطبہ جمعہ ۳۱ اگست ۱۹۹۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما الامام جُنّۃٌ یُقَاتَلُ مِن وَرَاۂِ وَیُتَّقٰی بِہٖ (مسلم کتاب الامارۃ) یقیناً امام ڈھال ہوتا ہے، انکے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے۔ اور اُس کے ذریعہ محفوظ رہا جاتا ہے۔ اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق کوئی جہاد بھی ”امام“ یعنی ڈھال کے بغیر ممکن نہیں

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اُس ڈھال کے پیچھے آنے کی توفیق بخشے جسے اللہ تعالیٰ نے عصر حاضر میں اُن کے لئے مہیا فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ جماعت احمدیہ دنیا کے ہر انسان کو چاہے اُس کا تعلق کسی بھی مذہب و علاقے سے ہو سیدنا حضرت بانئ جماعت احمدیہ علیہ السلام کے الفاظ میں یہ پیغام دیتی ہے کہ "ہماری طرف سے صلحکاری اور امان کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔" "میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر" (اربعین روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۳۴۴)۔ "وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے۔ اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ (لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۱۸۰)

دعا ہے اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو دنیا کے ہر علاقے میں صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کرتے ہوئے، انسان اور انسان کے درمیان محبت و پیار پیدا کرنے کا عظیم جہاد، اُس وقت تک کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے جب تک دنیا کے ہر انسان کی روح سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ نہ دہرانے لگے ؎

بتاؤں تمہیں کیا، کہ کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں
مجھے بیر ہر گز نہیں ہے کسی سے
میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

اے اللہ ہماری دعا قبول فرما۔ آمین!